اہل = یہہ لفظ واحد اور جمع کے معنون مین بھی مستعمل ہوتا ہے اور
اس لفظ کی یہہ خاصیت ہے کہ دونون طرح یعنے مفرد اور جمع آتا ہے
مگر اکثر جمع کے معنون مین آتا ہے جیسے اہلِ حرفہ اور اہلِ قلم اور اہلِ ذمہ
اور اہلِ کتاب وغیرہ یہہ لفظ حقیقت مین واحد ہے اور اہالی اسکی جمع
آتی ہے اور فارسی مین اہالیان اسکی جمع الجمع ہے ۔ واحد کی مثال
بہارِ عجم مین لکھا ہے ۔ **نثر** بادشاہ امر کرد کہ خیمہ بسرعت مہیا سازند
عملۂ فراشخانہ خیمہ دوزان بسیارے فراہم آوردند پالان دوزے
ہم دران مجمع حاضر شد پرسیدندش کیستی گفت **من اہلِ بخیہ ام** ۔
واحد کی دوسری مثال **اہلِ زبان** ہے یعنے صاحب زبان جو مشہور
لفظ ہے **غالب** منادیٰ یعنے اے غالب ۔ کہ = کاف تعلیل ہے
کیونکہ اس کے معنے ہین ۔ دل فاعل اور جل گیا فعل لازمی ہے ۔

شوق ہر رنگ رقیب سر و سامان نکلا	**قیس تصویر کے پردہ مین بھی عریان نکلا**

مرزا صاحب نے عودِ ہندی مین جو رقعات مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام
لکھے ہین انمین سے ایک رقعہ مین اس شعر کے معنے اسطرح تحریر فرماتے ہین
شوق ہر رنگ الخ رقیب یعنی مخالف یعنے شوق سروسامان کا دشمن ہے
دلیل یہہ کہ قیس جو زندگی مین ننگا پڑا پھرتا تھا تصویر کے پردہ مین بھی
ننگا ہی رہا لطف یہہ ہے کہ مجنون کی تصویر باتنِ عریان ہی کھینچی ہے
جہان کھینچی ہے انتہی کلامہ ۔ اس شعر کے معنے بیان کرنے کی وجہہ جیدہ ہوئی

کہ مرزا کے معاصرون نے اس شعر کو اور میرزا کے اور بعض اشعار کو مہمل و بے معنی قرار دیا تھا چنانچہ مرزا نے رقعہ کی ابتدا ان الفاظ کے ساتھہ کی ہے کہ قبلہ پہلے معنی ابیات بے معنی سُنئے فقط۔ لفظ رقیب کے کئی معنے ہین مگر اس شعر مین رقیب بمعنی دشمن و مخالف ہی آیا ہے مرزا صاحب کا یہہ بیان کہ مجنون کی تصویر با تن عریان ہی کھنچتی ہے محل تامل ہے کیونکہ با تن عریان نہ کھینچے گی تو اور کیا ہوگی۔ ہر شخص کی جیسی حالت اور صورت اور شکل ہوگی ویسی ہی تصویر ہوگی۔ یہہ تو ہو نہین سکتا کہ مصور بدصورت کو خوبصورت یا خوبصورت کو بدصورت یا عریان کو باللباس اور باللباس کو عریان بنادے خصوصاً **فوٹوگرافی** مین یہہ بات ناممکن ہے۔ اگر کسی مصور نے قلمی تصویر مین ایسا کیا ہی تو وہ تصویر اصلی اور حقیقی نہوی بلکہ جعلی اور غیر حقیقی ٹھیری پس مجنون جو لیلی کے عشق مین لباس سے بھی قطع تعلق کیا تہا اور اُس کے جوش و خروش عشق مین ننگا ہی پڑا پہرتا تہا اُسکی سچی تصویر برہنہ اور ننگی ہوگی تو باللباس کیونکر ہوگی اگر کسی مصور نے اُسکی تصویر باللباس بنائی بھی تو واقعہ اور اصلیت کے خلاف بنائی یا اُسکو اُس زمانے کی تصویر سمجہنا چاہئے جبکہ مجنون باللباس رہتا تہا۔ لہذا مرزا صاحب کا یہہ بیان کہ مصرع قیس تصویر کے پردے مین بھی عریان نکلا ٭ محل تامل ہے اور اعتراض کرنیوالون کا اعتراض قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ اس شعر پر ایک دوسرا اعتراض جو میری جانب سے ہوتا ہے وہ یہہ ہے کہ پردہ مین

عریان نکلا ایک بے معنی سی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو چیزین پردے مین ہونگی وہ عریان کیونکر ہونگی۔ ایسے تراکیب سے اجتناب کرنا چاہیئے اگر اجتناب و احتراز نکیا جائے تو کلام ضرور مہمل اور بے معنی ہو جاتا ہے اور مقصود قائل مین بے انتہا تعقید پیدا ہو جاتی ہے۔ تاویل مین تو بہت کچھہ گنجایش ہے مگر عوام کے پاس۔ اہل علم کے نزدیک تاویلات باردہ گوز شتر سے بدتر ہین۔ **شوق** شوق کے اصلی معنے خواہش و آرزو کے ہین مگر فارسی مین اخیر زمانہ کے شعرا کے کلام مین شوق بمعنی عشق کثرت سے آیا ہے۔ **ہر رنگ** = یعنی ہر طرح ہر وضع ہر طور سے رقیب۔ اس شعر مین بمعنی دشمن و عدو آیا ہے رقیب کے مشہور معنے ایک معشوق کے دو عاشق یا کئی عاشق اس نام سے آپسمین نامزد ہوتے ہین یہان مقصود نہین ہین۔ **عریان** = ننگا۔ برہنہ پہلے مصرع سے یہہ معنے ہین کہ عشق و عاشقی ہر طرح سے مال مال و اسباب کی دشمن ہے۔ یہہ دعوی ہوا۔ اسکی دلیل یہہ ہے جو دوسرے مصرع مین مذکور ہوتی ہے کہ مجنون تصویر کے حجاب مین بھی عریان نکلا یعنے مجنون کو تصویر مین بھی لباس نصیب نہوا۔ بس مقصود قائل اسقدر ہے مگر دوسرے مصرع کے الفاظ مساعد نہین ہین اور دلیل کالعدم ہو گئی جیساکہ مذکور ہوا۔ یہہ مطلع اسطرح ہوتا تو قریب الفہم اور سلیس ہوتا کہ ؎ عشق ہر طرح عدوی سر و سامان نکلا + قیس تصویر کی حالت مین بھی عریان نکلا + یا ؎ عشق ہر رنگ عدوی سر و سامان نکلا + قیس تصویر کے عالم مین بھی عریان نکلا + مگر تاہم مضمون و معنی کے

لحاظ سے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اعتراض کی گنجایش باقی ہے ۔ شاید مرزا کا مقصد اس تصویر سے جعلی تصویر ہے مگر اس حالت مین مضمون کی بے لطفی اور بناوٹ ظاہر ہے ۔ رقیب سروسامان مین اشباع اضافت ہے اور اشباع اضافت فارسیون کے پاس جائز ہے ۔ پہلے مصرع مین نکلا کی جگہہ باشد یا آمد لکھدیجئے تو سالم مصرع فارسی ہے مصرع شوق ہر رنگ رقیب سروسامان باشد ۔ سروسامان یعنی مال اسباب ۔

زخم نے داد دی تنگیٔ دل کی یارب	تیر بھی سینہ بسمل سے پر افشان نکلا

داد دینا = انصاف کرنا ۔ عدل کرنا ۔ ادائے حق کرنا ۔ یہہ فارسی محاورے یعنے داد دادن کا ترجمہ ہے ۔ بسمل = یہہ لفظ فارسی الاصل نہین ہے بلکہ مستحدث ہے کیونکہ بسم اللہ سے بنایا گیا ہے ۔ اس کے معنے ہین ذبح کرنا ۔ چنانچہ خواجہ آصفی رح فرماتے ہین ؎ قاتل من چشم می بندد دم بسمل مرا ۔ تا بماند حسرت دیدار او در دل مرا ۔ دم بسمل = یعنے ذبح کرنے کے وقت ۔ اور میرزا جانی غیرتی رح کہتے ہین ؎ ذوق تیغ تو مرا داشت چنین رقص کنان ۔ این طپیدن نہ مرا از جہت بسمل بود ۔ از جہت بسمل = یعنے ذبح کرنے کے سبب سے ۔ بسمل کے معنے ذبیحہ اور مذبوح بھی آئے ہین اور مرزا نوشاہ کے اس شعر مین بسمل بمعنی مذبوح یعنے ذبح کردہ شدہ جسکو ذبیحہ بھی کہتے ہین آیا ہے پر افشان = بال افشان کا مترادف ہے

یعنے اُڑتا ہوا - پرواز کرتا ہوا - یہہ اسم حالیہ ہے - چونکہ جب کوئی
پرندہ ہوا مین اُڑتا ہے تو اکثر اُس کے پرون کو ایسی حرکت اور
جنبش ہوتی ہے جو کسی چیز کے جھٹکنے یا چھڑکنے سے مشابہت پیدا
کرتی ہے لہذا فارسی مین پرندون کے اُڑنے کو بال افشاندن اور
پرافشاندن بہی کہتے ہین - افشاندن کے معنے ہین جھاڑنا - چھڑکنا
پچھوڑنا - حرکت دینا کسی چیز کو بطریق معہود جیسے پرافشاندن یعنے
پرون کو حرکت دینا - گرد افشاندن = گرد جھٹکنا - تنگ اور چھوٹے
مقامون مین سے جو چیز نکلتی ہے شدت وحدت وسرعت کے ساتہہ
نکلتی ہے جیسے دریا کا پانی دو پہاڑون کے درمیان گہٹ کر بہتا ہے
تو بڑے زور وشور سے بہتا ہے جس جگہہ پھیل کر بہتا ہے وہان وہ
زور نہین رہتا اور دہیما دہیما بہتا ہے لہذا شاعر کہتا ہے کہ میرا دل
اسقدر تنگ اور چھوٹا ہے کہ جو تیر اُسمین سے نکلا بسبب تنگی کے
اُڑتا ہوا اور حدت وسرعت کے ساتہہ نکلا - اس لئے شاعر زخم دل
سے تنگیٔ دل کی داد طلب کرتا ہے - اس شعر کے مضمون مین بسبب
لفظ دل وسینہ کے مباعدت ہو گئی ہے کیونکہ قائل کا مقصود تو یہہ ہے
کہ تیر بہی دل بسمل سے پرافشان نکلا مگر چونکہ مصرع موزون نہوتا تہا
لہذا ضرورت وزن کے لحاظ سے دلکی جگہ سینہ کہدیا جس سے
معنیٔ شعر مین بُعد اور دوری پیدا ہو گئی اور مرزا کا یہہ مطلب بہی کہ شعر
بعید الفہم ہوا کرے حاصل ہو گیا -

دل حسرت زدہ تھا مائدۂ لذت درد	کام یاروں کا بقدر لب و دندان نکلا

حسرت زدہ = حسرت کا مارا ہوا - یعنے پرحسرت اور حسرت والا - حسرت کے
حقیقی معنے دریغ اور افسوس اور پشیمانی اور شرمندگی کے ہین اور مجازی
معنے آرزو و تمنا و ارمان کے ہین - مائدۂ لذت درد = لذت
درد کا دسترخوان - یعنے وہ دسترخوان جسپر درد و غم کی لذتین اور آفات
و مصائب کی غذائین اور رنج والم کی نعمتین چنی ہوی ہین - مائدہ یعنے
دسترخوان - کام نکلنا = برآمد مدعا کی ہونا - مطلب نکلنا - امید برآنی
حاجت روا ہونی - یہہ کار برآمدن کا ترجمہ ہے - بقدر لب و
دندان = یہہ فارسی زبان کی اصطلاح ہے اُسکے معنے ہین بقدر
استعداد کے اور بقدر لیاقت کے - تو معلوم ہوا کہ فارسی کی اصطلاح
مین استعداد اور لیاقت کو کنایۃً لب و دندان کہتے ہین - چنانچہ فارسی
والے کہتے ہین کہ لب فلان چیز نیست و دندان فلان چیز نیست یعنے
استعداد اور لیاقت اور شائستگی اور حوصلہ فلان چیز کا نہین ہے
اور فارسی مین دہن فلان چیز و دہانِ فلان چیز بھی کہتے ہین جیسے
زید دہن این کار ندارد یعنے زید کو اس کام کی لیاقت نہین ہے
ملا ظہرا کہتے ہین ؎ مارا لبِ چشیدنِ صہباے وصل نیست +
این بادہ را مگر بلب گل توان چشید + یعنے شراب وصل کے چکھنے کی
لیاقت ہمکو حاصل نہین ہے - شاعر نے اپنے دلِ حسرت زدہ کو لذت

درد کا مائدہ قرار دیا ہی اور کہتا ہی کہ بقدر ہمارے حوصلے کے اور بقدر ہماری لیاقت کے اس دسترخوان سے ہمارا کام نکلا یعنی ہم نے اپنے حوصلے کے موافق غم کھایا - یاروں کا یعنی ہمارا یا میرا کیونکہ اُردو زبان کا محاورہ ہی کہ کبھی بے تکلفی کی بات چیت میں اور سادہ پن سے یاروں کا لفظ ضمیر متکلم کی جگہ میں کہتے ہیں - چنانچہ استاذ ذوق رحم فرماتے ہیں ؎ نہوا پر نہوا میر کا انداز نصیب * ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا * یاروں نے یعنی ہم نے یا میں نے - مرزا غالب کے پہلے مصرع میں تھا کی جگہ بُدر رکھدیجئے تو سالم مصرع فارسی ہے مصرع دلِ حسرت زدہ بُد مائدۂ لذتِ درد - بُد مخفف ہے بود کا -

ہی نو آموز فنا ہمت دشوار پسند	سخت مشکل ہی کہ یہہ کام بھی آسان نکلا

نو آموز = مبتدی - آموزندۂ نو - جو ابھی سیکھنے کے لئے بیٹھا ہو یا کچھہ دن سے سیکھنا شروع کیا ہو اُسکو فارسی میں نو آموز کہتے ہیں - یہہ اسم فاعل ترکیبی ہے ہمت = یعنی عزم و ارادہ - یہاں ہمت موصوف اور دشوار پسند اُسکی صفت ہے - موصوف اپنی صفت سے ملکر یعنی ہمت دشوار پسند مبتدا ہے - اور نو آموزِ فنا اُسکی خبر اور ہے حرف رابطہ ہے - دشوار پسند = یعنی پسند کنندۂ دشوار اور مشکل کاموں کو پسند کرنے والی - یہہ اسم فاعل ترکیبی ہے - سخت یعنی بہت - بڑی اور بڑا * مشکل اور آسان صنعت تضاد ہے - حاصل یہہ کہ مرحلۂ فنا کو طے کرنا ہر ایک شخص سے ہو نہیں سکتا - مگر ہم نے اُسکو

بآسانی طے کردیا۔

دل مین پھر گریہ نے اک شور اٹھایا غالب	آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفان نکلا

گریہ ۔ یعنے رونا۔ اس لفظ کے گاف کو کسرہ ہے یہہ لفظ گریستن کا حاصل بالمصدر ہے ۔ فارسی مین گریۂ[1] ناک اور گریہ[2] رگ ناک اور گریۂ[3] چراغ اور گریۂ[4] خامہ اور گریۂ[5] دولاب اور گریہ[6] روحانی اور گریۂ[7] شادی اور گریۂ[8] شمع اور گریۂ[9] شیشہ اور گریہ[10] گاہ اور گریۂ[11] مند اور گریۂ[12] ناک اور گریہ[13] گر اور گریہ[14] ہاے ہاے اس لفظ کے مرکبات ہین ۔ چونکہ اردو زبان درحقیقت فارسی زبان کی ایک شاخ اور شعبہ ہے لہذا اردو والے ان مرکبات کو اپنے اشعار مین مناسب مواقع پر استعمال کرسکتے ہین اور اسی غرض سے مین نے ان مرکبات کو یہان درج کیا ہے اور آئندہ برمحل و برموقع ایسے مطالب اس رسالے مین درج کئے جاینگے کیونکہ زبان کی ترقی اور کلام کی جدت و تازگی ایسی ہی باتون سے ہوتی ہے **شور اُٹھانا** ۔ یعنے شور قائم کرنا اور شور برپا کرنا ۔ شور کے معنے یہان آشوب و غوغا و فریاد کے ہین لفظِ شور طوفان کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے یعنے طوفان کے لئے شور کا ہونا لازم و ملزوم ہے اور یہہ تناسب طوفان کی ذات کے متعلق ہے لہذا اس شعر مین لفظِ شور سے **صنعت مراعات النظیر** پیدا ہوگئی ۔ **غالب** = منادیٰ یعنے اے غالب ۔ ای حرف ندا محذوف ہے ۔ **آہ** = منجملہ اصوات کے ہے اور حسرت و افسوس و غم کے

موقع پر یہہ کلمہ بولتے ہین اور اُسکا مخفف اہ بغیر مد کے صحیح اور مستعمل ہے
چنانچہ حکیم سنائی رح کہتے ہین ؎ گر تراتیغ تن زندہ کُن ٭ ورترا زخم
حق زندہ کُن - طوفان = بالضم باران سخت اور آب سخت جو زمین
مین سے نکلے اور سب چیزون کو غرق کردے اور یہہ اس لفظ کے حقیقی
معنے ہین - اور ڈبونے والی سیل کو بھی طوفان کہتے ہین اور ہر ایک
چیز جو کثرت سے ہو اور ہر شئی جو اسقدر غالب ہوجائے کہ سب چیزون کو
گھیرلے اور کل اشیا پر غالب آجائے اُسکو بھی طوفان کہتے ہین جیسے
طوفان ہوا و طوفان آتش و طوفان بےتمیزی وغیرہ یہہ مجازی معنے ہین - اس کے
مرکبات طوفان خردشش اور طوفان خیز - اور طوفان دیدہ اور طوفان رسیدہ
اور طوفان زا اور طوفان زدہ اور طوفان طراز اور طوفان کدہ اور طوفان
نژاد ہین - یعنے اے غالب میرے دل مین بار دیگر گریہ نے ایک شور
اُٹھایا ہے لہذا افسوس ہے کہ جو قطرہ آنسو کا میری آنکھون سے پیشتر نہ نکلا تھا
اب طوفان ہوکر نکلا ہے یعنے جو قطرات دل مین رہ گئے تھے اب طوفان کی شکل
مین ظاہر ہو رہے ہین - کیا اچھا ہوتا اگر شور اول مین ہی یہہ قطرات
نکل گئے ہوتے - اس شعر مین بار دیگر شور کے نہ اُٹھنے کی تمنا پائی
جاتی ہے - اور یہہ تمنا یہان لفظ آہ کے استعمال سے ظاہر ہوتی ہے
یہہ شعر صاف ہے اور معنے اُسکے ہویدا ہین اس شعر کی شرح مین مین نے
صرف نظم کو نثر مین لکھا ہے کوئی دوسرا بھاری کام نہین کیا ہے
کیونکہ شعر کا مضمون آشکار ہے - میری رائے ناقص مین اس شعر کے

مضمون مین ضبط کی قید لگانی زاید از ضرورت ہے یعنے بوجہ ضبط نہ نکلا تہا
کہنے کی کوئی ضرورت نہین ہے کیونکہ ممکن ہے کہ قطرۂ اشک بوجہ ضعف
وناتوانی یا بوجہ عدم موجودگی یا بوجہ عدم ضرورت یا شور اول کے رفع
ہو جانے کیوجہ سے نہ نکلا ہو - بہرحال قیود مذکورہ کی پابندی کوئی ضروری
چیز نہین ہے کیونکہ شعر کا مضمون صرف اسیقدر ہے کہ پہلے ہم روتے
روتے تہم گئے تھے اب پھر رونا شروع کردیا -

دہمکی مین مر گیا جو نہ باب نبرد تھا	عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد تھا

دہمکی = ڈرانے والی بات اور تہدید وتخویف کو کہتے ہین - یہہ لفظ مونث ہے
جو = یعنے جو شخص اور جو آدمی - نبرد = بروزن نکرد زرم وکارزار اور
لڑائی وجنگ کو کہتے ہین - اصل مین یہہ لفظ نورد تھا اور اسکا مصدر نوردیدن
ہے فارسی مین بے اور واو آپسمین تبدیل پاتے ہین اسی لئے نورد کو نبرد
کہتے ہین نبرد پیشہ = وہ آدمی جسکا پیشہ جنگ اور لڑائی ہو - دہمکی پہنے کی
یہہ وجہ ہے کہ جو شخص عشق کے سامنے آیا ہے وہ عشق کے لایق اور قابل
نہین ہے بلکہ بزدل اور زن صفت ہے لہذا عشق اُسکو اپنے ناقابل جانکر
دہمکی دیتا ہے اور چونکہ وہ آنے والا در حقیقت نالایق عشق ہے لہذا صرف
عشق کی دہمکی ہی مین اُسکا کام تمام ہو جاتا ہے اور وہ مرجاتا ہے - یہان سے
یہہ بات ثابت ہوی کہ عشق وعاشقی مرد کا کام ہے اور رجال پہلوان صفت
ہی اس فن کے لائق ہین - اس شعر کے دوسرے مصرع مین تھا کی جگہہ